نظام اقطاع کی شرعی حیثیت

Iqtaa(transfer of a tract of land)in the light of Shariya

ڈاکٹر ادیبہ صدیقی*

Abstract

When caliph gives out a part of land (populated or non-populated to his people as a tenement. Such an act of allocating of land is called Iqtaa.. In some cases, instead of giving out land, only its earnings and revenue were awarded to some people.

The word Iqtaa is uniquely associated with the Muslims. Its Shariya authenticity is proven by Sunna and Hadith. Referred to Islamic history, this practice of Iqtaa initiated in the epoch of Holy Prophet.

During his era, Holly Prophet(PBUH also distributed land as Iqtaa for the purpose of rehabilitation and also to win the hearts of tribes,(as a good gesture or engage them. First and second caliphs Hazrat Abu Bakar and Hazrat Omer also followed this tradition and assigned lands to certain individuals.

With the passage of time, so many changes were made in Iqtaa and Iqtaa system gradually started shaping up the form of feudalism. This situation persuaded contemporary jurists to further improve the idea of Iqtaa. These jurists aligned Iqta with some terms and conditions in the light of Sunna .

caliph can only practice Iqtaa under these established rules and regulations. Keeping in view the importance of Iqtaa many Jurists highlighted this feature in their books and wrote chapters on this subject. They also upgraded and developed types and format of Iqtaa. One of the prominent names among them is Al Mavrdi. He categorized Iqtaa in three sections. We will debate on this topic to explain its value with regard to Sharia

Key Words : Iqta , Assigned land , Feudalism , Tenement ,Revenue ,sharia, Islamic history

* پی ایچ ڈی اسکالر، سیرت اسٹڈیز، جامعہ پشاور

تمہید: اِقطاع اسلامی فقہ کی ایک اصطلاح ہے، جسکے معنی حکمران کی طرف سے تفویض کردہ اراضی کا عطیہ ہے، حدیث اور سیرت کی کتابوں میں بے شمار ایسے واقعات بیان کیے گیے ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں زمین کے چھوٹے بڑے ٹکڑوں کو اِقطاع فرمایا ہے۔ اقطاع کی مشروعیت تو سنت مبارکہ سے ثابت ہے۔ آگے چل کر فقہاء کرام نے سنت مبارکہ کی روشنی میں اِقطاع کے لیے چند قواعد اور شرائط مرتب کیے عائد کردی تاکہ حکمران یا خلیفہ وقت ان کی متعین کردہ حدود میں رہتے ہوئے اقطاع کر سکے۔ زیر نظر مقالہ میں اقطاع کی شرعی حیثیت کی جائزہ لیا گیا ہے۔

اِقطاع کا لغوی مفہوم : اِقطاع عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ "قطع" ہے۔ یہ أقطع یُقطِعُ، اِقطاع سے باب افعال ہے اور مصدر ہے۔ لغت میں لفظ "اِقطاع" دینے، مالک بنانے، فائدہ پہنچانے یا حاصل کرنے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ لسان العرب میں ہے. "اِقْتَطَعْتُ مِنَ الشَّئِ قِطْعَةً "[1] "میں نے کسی سے کچھ ٹکڑا حاصل کیا" الصحاح میں ہے :"أقْطَعْتُهُ قَطِيْعَةً "[2] "اس نے اسے زمین کا کچھ ٹکڑا دیا" مصباح المنیر میں ہے:' "أقْطَعَ الْإِمَامُ الْجُنْدَ الْبَلَدَ "[3] "حاکم نے لشکر کے لئے زمین کا غَلَّہ بطور وظیفہ مقرر کردیا" مجمع البحرین میں ہے: "ألإقطاع إعطاءالإمامقطعةً من الارض وغيرها ويكون تمليكًا وغير تمليک "[4] "اِقطاع سے مراد زمین یا کسی اور چیز کا ٹکڑا جو حاکمِ وقت کسی کو دیتا ہے کبھی ملکیت کے ساتھ کبھی بغیر ملکیت کے"

اصطلاحی تعریف:

اہل لغہ کے نزدیک اِقطاع سے مراد حکومت کا کسی شخص کو زمین کا ٹکڑا دینا ہے۔ "اِقطاع" کا اصطلاحی مفہوم بھی اسی کے موافق ہے۔ اصطلاحًا اِقطاع سے مراد حاکم یا حکومت کا کسی شخص کو زمین کا ٹکڑا دینا ہے جس کی دو صورتیں ہیں یا تو یہ زمین کا ٹکڑا ملکیت کے ساتھ دیا جائے گا یا پھر زمین کے ٹکڑے سے صرف انتفاع کا حق تفویض کیا جائے گا اس کی ملکیت نہیں۔ نیز وہ شخص جسے زمین کا ٹکڑا اِقطاع کیا گیا ہے اُسے اس ٹکڑے پر حکومت کی طرف سے عائد محصول بھی ادا کرنا ہو گا.

فقہاء اور مفکرین کی آراء میں اِقطاع کی تعریف:

ابن عابدین حنفی اِقطاع کی کی تعریف کرتے ہوئے: "هي ما يقْطعهُ الإمام أيعطيه من الارض رقبة أومنفعة "[5] "اِقطاع سے مراد حاکمِ وقت کسی کو زمین کا ٹکڑا بطور مِلک دے دے یا اس سے صرف انتفاع کا حق عطا کرے"

ابن عرفہ کے نزدیک خلیفہ یا حاکمِ وقت کسی بھی رہائشی علاقے یا بے آباد علاقے میں کسی شخص کو زمین کا ٹکڑا بمعہ ملکیت دے سکتا ہے اور اِقطاع حاصل کرنے والے شخص کو اختیار حاصل ہو گا کہ وہ اپنی زمین کو چاہے تو بیچ دے یا کسی کو ہبہ کر دے یا اپنے وارث کو منتقل کر دے۔ یہ زمین بیت المال کی زمین میں سے ہو گی یعنی وہ زمین جو حکومت کی ملکیت ہو گی یا کسی نے اُسے حکومت کو وقف کیا ہو گا کیونکہ ایسی زمین جو کسی کی ملکیت میں ہو اُسے اِقطاع نہیں کیا جا سکتا۔[6]

العاصم حنبلیؒ م ۱۳۹۲ھ لکھتے ہیں: "إقطاع الإمام تسویفهُ من مال الله شیئًا لمن یراهُ أهل الذلک ،واکثرمایستعمل فی الارض والمعادن"[7] "اِقطاع الاِمام" سے مراد حاکم وقت کا کسی بھی اہل شخص کو اللہ تعالیٰ کے مال میں سے کچھ دینا ہے۔ یہ لفظ اِقطاع زیادہ تر زمین اور معادن وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے"

العاصمی کے نزدیک اِقطاع سے مراد حکومت کا کسی ایسے شخص کو زمین کا ٹکڑا عطا کر دینا ہے جس نے حکومت یا مفاد عامہ کے لئے خدمات سر انجام دی ہو اور وہ حکومت کی طرف سے اعزاز و انعام حاصل کرنے کا اہل ہو۔ عاصمی کے نزدیک "اِقطاع" کا اطلاق صرف زمین کے عطیہ پر ہوتا ہے۔

ابن قدامہ حنبلیؒ م ۶۲۰ھ اِقطاع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وللإمام إقطاع الموات لمن یُحْیِیهِ"[8] "امام اِقطاع اُسے کرے جو اُس کا احیاء کرے"

ابن قدامہ کے نزدیک اِقطاع سے مراد حاکم وقت بنجر زمین کو آباد کرنے کے لئے دے۔ یعنی مردہ زمین کو احیاء کرنے کے لئے دینا ابن قدامہ کے نزدیک اِقطاع ہے.

السبکی شافعیؒ م ۷۵۶ھ اِقطاع کے متعلق بیان کرتے ہیں: "ولوأقطعه الإمام مواتا ، لاتملیک رقبتهقصار بمجرد الإقطاع أحقبإحیائه من غیره"[9] "اگر امام کسی کو رقبہ زمین عطا کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی زمین کا احیاء کرے"

امام السبکیؒ کے مطابق اِقطاع سے مراد حاکم ایسے شخص کو اِقطاع کرے جو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ اہل ہو کہ وہ بنجر زمین کو آباد کرے یعنی ان کے نزدیک بھی اِقطاع بنجر زمین کو آباد کرنے کے لئے عطا کرنے کا نام ہے

قاضی عیاض مالکیؒ م ۵۴۴ھ اِقطاع کے متعلق کہتے ہیں:

"وأكثر مایستعمل الاقطاع فی الارض وهوأن یخرج منها لمن یراه مایجوزه إما بأن یملکه إیاهُ فیعمره، وإما بأن یجعل له غلته مدة محینة"[10] "اِقطاع لفظ کا استعمال زیادہ تر زمین پر ہوتا ہے اس کی صورت ہے کہ زمین کو آباد کرنے کے لئے کسی شخص کو اسکا مالک بنایا جاتا ہے۔ اس کی پیداوار کا ایک مدت کے لئے مالک بنایا جاتا ہے"

قاضی عیاض اِقطاع کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اِقطاع سے مراد زمین کا عطیہ ہے اور اس عطیہ کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اِقطاع حاصل کرنے والے شخص کو یا تو زمین کا مالک بنایا جاتا ہے یا اُس سے حاصل ہونے والے غلّے کو حاصل کرنے کا حق دیا جاتا ہے جو کہ ز معین وقت تک کے لئے ہوتا ہے۔ زمین کی ملکیت کو حاصل کرنے کے ساتھ ضروری ہے کہ وہ خود زمین کو آباد اور قابلِ کاشت بنائے۔

ابن حجر عسقلانیؒ م ۸۵۲ھ اِقطاع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والمرادبه إقطاع ما يحض به الإمام بعض الرعيةمن الأرض الموات فيختص به أولٰى بإحيائه ممن لم يسبق إليٰاحيائه"[11]

"اِقطاع سے مراد وہ ارض الموات ہے جو امام وقت اپنے رعایا میں سے کسی کے لئے خاص کر دیتا ہے پس وہ زمین موات کے احیاء میں زیادہ حقدار ہوتے ہیں بہ نسبت اُس کے جس نے احیاء کے لئے پہل نہ کیا ہو"

شوکانیؒ م ۱۲۵۰ھ اِقطاع کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"المراد بالإقطاع جعل بعض الأرض المو ات مختصة ببعض الأشخاص سواءكان ذلک معدنًاأوأرضًاالماسيأتي ، فيصير ذلکالبعض أولٰى به من غيرهُ ولكن بشرط أن يكون من الموات التى لا يختص بهاأحد"[1312]

"اِقطاع سے مراد أرض الموات کو بعض اشخاص کے ساتھ مخصوص کر دینا ہے چاہے وہ معدن ہو یا زمین، پھر یہ اشخاص اس زمین یا معدن کے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہونگے بشرطیکہ یہ اراضی موات میں سے ہو اور کسی کی ملکیت نہ ہو"

امام شوکانیؒ کے نزدیک اِقطاع سے مراد بنجر زمین کو دینا ہے۔ انہوں نے یہ شرط بھی ساتھ عائد کی ہے کہ اس بنجر زمین کا کوئی مالک یا دعویدار نہ ہو اور جو شخص اس کو دوبارہ آباد کرنے کا اہل ہو گا وہی دوسروں کی بہ نسبت اسے حاصل کرنے کا حقدار ہو گا۔ چاہے یہ بنجر زمین ہو یا معدن میں سے ہو۔

میرے نزدیک احناف نے اِقطاع کی جو وضاحت کی ہے وہ قابل ترجیح ہے کیونکہ ان کی وضاحت میں وسعت ہے جس میں زمین کے اِقطاع کے ساتھ اس کے منفعت کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اِقطاع میں تملیک اور انتفاع دونوں شامل ہیں۔

اِقطاع کی مشروعیت کے دلائل:

نبی کریم ﷺ سے منسوب روایات واحادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دورِ مبارک میں مختلف افراد وقبائل کو اِقطاع عنایت فرمائے۔ آپ ﷺ کی اس مبارک سنت کو آپ ﷺ کے خلفاء نے بھی جاری رکھا جس سے اِقطاع کا عمل ثابت ہوتا ہے۔

1 صحیح بخاری میں حضرت یحییٰ بن سعید سے مروی ہے:

"نبی کریم ﷺ نے بحرین میں کچھ قطعات اراضی بطور جاگیر انصار کو دینے کا ارادہ کیا تو انصار نے عرض کیا کہ ہم جب لیں گے کہ آپ ﷺ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی طرح کے قطعات عنایت فرمائیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد دوسرے لوگوں کو تم پر ترجیح دی جایا کرے گی تو اس وقت تم صبر کرنا یہاں تک کہ ہم سے آخرت میں آکر ملاقات کرو"۔ [14]

2 سنن اَبی داؤد میں حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

'نبی کریم ﷺ نے حضرموت کے علاقے میں ایک قطعہ زمین انہیں عطا فرمایا"۔ '[15]

"حضرت عمرو بن حُریث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ میں ایک گھر کے لئے زمین دی، کمان سے لکیر کھینچ کر اور فرمایا آپ کے لئے بعد میں اور بھی دوں گا"[16]

اللہ ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کو فُرع کے اطراف میں قبلیہ کی کانیں عطا فرمائی تھیں۔ اُن کانوں سے آج تک سوائے زکوٰۃ کے کچھ نہیں لیا جاتا"[17]

"نبی کریم ﷺ نے ان کے علاقے میں ایک بڑے درخت کے نیچے پڑاؤ کیا جہاں اب مسجد ہے آپؐ وہاں تین دن ٹھہرے پھر وہاں سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور جہینہ قبیلہ کے لوگوں نے آپؐ سے ایک کھلے میدان میں ملاقات کی تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا "ذی مروہ" مقام میں کون لوگ مقیم ہیں؟ انہوں نے کہا: جُہینہ کا خاندان بنو رفاعہ یہاں رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "یہ زمین میں بنو رفاعہ کے نام کرتا ہوں" چنانچہ ان لوگوں نے وہ زمین آپس میں بانٹ لی۔ ان میں سے کسی نے بیچ دی، کسی نے رکھ لی اور اس میں محنت ومشقت کاشت کاری وغیرہ کرنے لگے'[18]

"عدی بن حاتم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرات بن حبان عملی کو یمامہ میں ایک قطعہ زمین عطا فرمایا تھا'' [19]

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر بن عوامؓ کو خیبر کے علاقے میں ایسا قطعہ عطا فرمایا جس میں کھجوروں کے درخت اور دیگر اشجار تھے"[20]

آثار سے دلائل:

"حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زبیر بن عوامؓ کو قطعہ زمین دیا جو جرف اور قناۃ کے بیچ تھا"[21]

"حضرت عمرؓ سے متعلق کتاب الاموال میں محمد بن عبید اللہ ثقفی کہتے ہیں کہ بصرہ والوں میں سے ایک ثقیف قبیلہ کا گھوڑوں کے بچوں کی پرورش کی پہل کرنے والے ابو عبید اللہ نافع نامی شخص نے حضرت عمرؓ سے کہا ہماری طرف بصرہ میں ایسی زمین ہے جو خراج کی نہیں ہے اور نہ کسی مسلمان کو اس کی کمی سے کوئی نقصان پہنچے گا۔ اگر آپ مناسب تصوّر فرمائیں تو وہ مجھے بطور جاگیر عطا کر دیجئے میں اس میں اپنے گھوڑوں کے لئے چارہ پیدا کروں گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اگر وہ زمین ایسی ہی ہے جیسی یہ بیان کر رہے ہیں تو وہ انہیں بطور جاگیر دے دو"[22]

"اسی طرح حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پانچ صحابہ کو بطور جاگیر زمینیں دی تھیں جن میں حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت اُسامہ بن زیدؓ اور حضرت خباب بن الارتؓ ہیں" [23]

ان احادیث مبارکہ اور آثار کی روشنی میں اِقطاع کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ اقطاع کی مشروعیت پر فقہاء کرام بھی متفق ہیں ہاں ان کے شرائط و قواعد میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے جو آگے بیان ہو گا۔

اِقطاع کی شرائط و قواعد قطاع کی مشروعیت سے متعلق تو احادیث مبارکہ ہم نے مطالعہ کر لی اب ہم یہاں اُن قواعد و ضوابط کا جائزہ لیں گے جو فقہاء نے سیرت مطہرہ کی روشنی میں مرتّب کئے ہیں جن کے تحت زمین اِقطاع کی جاتی تھی۔ وہ کچھ اس طرح سے ہیں:

1 پہلا قاعدہ: حکومت وقت ایسی زمین کو بطور اِقطاع عطا نہیں کر سکتی جو کسی ذمی یا مسلمان کی ملکیت ہوں۔ حکومتِ وقت صرف موات[1] بنجر یا خالصہ اراضی[2] ہی اِقطاع کرنے کی مجاز ہوتی ہے۔[24]

(1) اراضی موات: بنجر، افتادہ زمینیں، یا قدیم اور پرانی زمینیں۔ فقہاء کرام نے ارض الموات کی دو صورتیں بیان کی ہے: (ا) یہ وہ بنجر زمین ہوتی ہے جس کی آبادکاری کبھی نہیں کی گئی ہو۔ (۲) طاری: یہ وہ مردہ یا افتادہ زمین ہوتی جو آباد کئے جانے کے بعد ویران کی گئی ہو۔ (موسوعہ فقہیہ جلد ۲ ص ۳۵۳، باب احیاء الموات، اسلامک فقہ اکیڈمی، دہلی انڈیا ۲۰۰۸)

2 خالصہ اراضی: بیت المال کی زمینیں یا وہ زمینیں جو حکومت کی تحویل یا نگرانی میں ہو اور کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔ اراضی خالصہ میں بھی دو طرح کی اراضی شامل ہیں۔ ایک وہ جن کے مالک کسی ارضی و سماوی آفت کی زد میں آکر مر کھپ گئے ہوں یا ناقابل برداشت حالت کی وجہ سے ترکِ وطن پر مجبور ہو گئے ہوں اور پیچھے ان کا کوئی وارث نہ ہو۔ دوسری وہ اراضی جو دشمن سے جنگ

2دوسرا قاعدہ:

حکومتِ وقت ایسی زمین بھی اِقطاع نہیں کر سکتی جو رفاہِ عامہ اور مصالحہ عامہ کے کام آتی ہو اور آبادی اس سے اجتماعی طور پر مستفید ہوتی ہو اور صنعت حاصل کرتی ہو جیسے ایندھن وخاشاک کی جگہیں، چراگاہیں، سیر و تفریح کے میدان وغیرہ۔[25]

اس کی دلیل میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔ سنن اَبی داؤد میں جناب عبد اللہ بن حسان عنبری اپنی پڑدادی کا جن کا نام قیلہ تھا واقعہ یہاں ان کی زبانی بیان کرتے ہیں جو کچھ اس طرح ہے:

"ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور میرے ساتھ حریث بن حسان جو قبیلہ بکر بن وائل کا بھیجا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آگے بڑھا اور اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے اسلام پر بیعت کی، پھر اس نے کہا: اے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ! ہمارے اور بنو تمیم کے درمیان دھناء کا علاقہ بطور سرحد لکھ دیجیے کہ اس سے آگے ان کی طرف سے ہماری طرف کوئی نہ بڑھے، سوائے اس کے کہ کوئی مسافر ہو یا کوئی آگے جانے والا ہو۔ تو آپؐ نے فرمایا: اے لڑکے! اسے دھناء کا علاقہ لکھ دو۔ قیلہ نے بیان کیا کہ جب میں نے دیکھا کہ آپؐ اس کو یہ علاقہ لکھ کر دے رہے ہیں تو اس سے مجھے بے حد پریشانی ہوئی کیونکہ وہ میرا وطن ہے اور میرا گھر بھی وہیں ہے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! اس نے آپ سے متوسط قسم کی زمین کا سوال نہیں کیا ہے بلکہ عمدہ اور نفیس زمین طلب کی ہے یہ دھناء اُونٹ باندھنے کی جگہ ہے کہ اونٹ وہاں سے نکلتے ہی نہیں یا نکالے نہیں جاتے کیونکہ یہ سرسبز علاقہ ہے اور بکریوں کی چراگاہ ہے اور بنو تمیم کی عورتیں اور ان کے بچے ان کے پیچھے مقیم ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! رک جاؤ اس مسکین عورت نے سچ کہا ہے، مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے، پانی اور درخت سب کے فائدے کے لئے ہیں، فتنہ پرور لوگوں کے مقابلے میں انہیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے"[26]

3تیسرا قاعدہ:

کے بعد مالِ غنیمت کے طور پر ملی ہو اور فاتحین میں تقسیم ہونے کے بعد حکومت کے پاس بچ گئی ہوں۔ ایسی اراضی کا شرعی حکم یہ ہے کہ ان میں تصرّف کا اختیار حکومت اور اس کے سربراہ کو ہے اگر وہ دیکھے کہ اجتماعی مفاد کے لئے ان کو کاشت کرانا ضروری ہے تو بیت المال کے خرچ سے ان کو کاشت کرا سکتی ہے۔ نیز وہ ایسی اراضی کو ایسے لوگوں کو بطور جاگیر بھی دے سکتا ہے جنہوں نے ملک و قوم کے لئے کوئی خدمت انجام دی ہو یا کوئی بڑا فائدہ پہنچایا ہو۔ (طاسین، محمد، مروجہ زمینداری اور اسلام، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور صفحہ ۴۲)

اِقطاع ایسی اراضی کا بھی جائز نہیں جس سے عام مسلمانوں کے حقوق وابستہ ہوں یا عمومی ضروریات اس زمین سے پوری ہوتی ہو جیسے کہ معدنیات، نمک کی زمین، تارکول، پٹرول وغیرہ۔ یہ سب ایسی کارآمد چیزیں ہیں کو کہ سب کے کام آتی ہیں اس لئے اسے عام لوگوں کی مشترکہ ملکیت قرار دیا گیا ہے اس لئے اسے کسی کی انفرادی ملکیت میں نہیں دیا جاسکتا۔[27]

"ابیض بن جمال مازنی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مآرب کے علاقہ کی نمک کی کان اپنی جاگیر میں لینا چاہی تو آپ ﷺ نے مجھے وہ دے دی۔ جب میں واپس چلا تو لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو معلوم ہے کہ آپؐ نے اسے کیا کچھ دے دیا ہے؟ آپ ﷺ نے تو اسے بڑا قیمتی صدا رہنے والا پانی کا خزانہ نمک کی کان بخش دی ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وہ مجھ سے واپس لے لی"[28]

4 چوتھا قاعدہ:

اِقطاع کی جانے والی زمین کو ایک مدت میں آباد کرنا ضروری ہے۔ وہ انتہائی مدت تین سال ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو تین سال کے بعد یہ اِقطاع منسوخ ہو جائے گی۔[29] کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "تین سال کے بعد آباد کار کا حق ختم ہو جاتا ہے اگر وہ تین سال تک زمین بے آباد چھوڑ دے۔[30]

اس سے متعلق ایک اثر بھی ہے کہ:

"نبی کریم ﷺ نے قبیلہ مزنیہ اور جہنیہ کے لوگوں کو کچھ زمین دی تھی مگر انہوں نے بے کار رکھ چھوڑی پھر کچھ اور لوگ آئے اور انہوں نے اُسے آباد کر لیا اس پر مزنیہ اور جہینیہ کے لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں دعویٰ لے کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا اگر یہ میرا یا ابو بکرؓ کا عطیہ ہوتا تو میں سے منسوخ کر دیتا لیکن یہ عطیہ تو نبی کریم ﷺ کا ہے اس لئے میں مجبور ہوں البتہ قانون یہی ہے کہ "جس کے پاس کچھ زمین ہو اور وہ اس کو تین برس تک بیکار ڈال رکھے اور آباد نہ کرے، پھر کچھ دوسرے لوگ اُسے آباد کر لیں تو وہی اس زمین کے زیادہ حق دار ہیں۔[31]

اِقطاع کی اقسام: امام الماوردی ۴۵۰ھ م کے نزدیک اِقطاع کی تین اقسام ہیں:

۱ اِقطاع تملیک ۲ اِقطاع استغلال یا اِقطاع انتفاع ۳ اِقطاع اِرفاق[32]

ہم ان تینوں پر بحث کرتے ہیں۔

1. اِقطاع تملیک: اِقطاع تملیک سے مراد وہ جاگیر یا زمین کا ٹکڑا ہے جسے امام اُس کے حاصل کرنے والے کو بغیر کسی معاوضہ کے مالکانہ حقوق کے ساتھ عطا کرے۔[33] اِقطاع تملیک کی بھی تین قسمیں ہیں:

اموات ۲عامر ۳معاون[34]

اموات: یعنی بنجر اور افتادہ زمین۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں :

1. ایک وہ جو ہمیشہ سے موات ہو یعنی کبھی نہ آباد ہوئی ہو۔ہمیشہ سے بے آباد پڑی ہو اور نہ ہی کسی کی ملکیت میں ہو تو ایسی زمین میں سلطان یا سربراہِ مملکت کو حق ہے کہ وہ کسی کو آباد کرنے کے لئے بطور جائید ادعطا کر دیں۔[35]

2. دوسری قسم موات کی یہ ہے کہ پہلے آباد تھی پھر برباد ہوئی۔اس کی بھی آگے دو قسمیں ہیں:[36]:

پہلی قسم: عہد جاہلیت کی یعنی عاد و ثمود کی طرح ہو۔ یہ قدیمی موات کے حکم میں ہے اس میں سے جاگیر دینا جائز ہے:"عادی الارض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہیں پھر میری طرف سے تمہاری ہیں"[37]

دوسری قسم:

اس سے مراد وہ بنجر بے آباد پرانی زمین ہے جن کو دور اسلامیہ میں چھوڑ دیا گیا ہو، یعنی وہ مسلمانوں کی ملکیت میں رہی ہو اور پھر برباد ہوئی ہو۔ امام الماوردی ۴۵۰ھ م نے اس کے بارے میں فقہاء کی تین رائے بیان کی ہیں۔ جیسے :امام شافعیؒ ۲۰۴ھ م کے مطابق آباد کرنے سے ملکیت حاصل نہیں ہوگی خواہ مالک معلوم ہو یا نہ ہو۔یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک یہ اِقطاع جائز نہیں۔ امام مالکؒ ۱۷۹ھ م کے نزدیک دونوں صورتوں میں مالک معلوم ہو یا نہ ہو آباد کنندہ کو ملکیت حاصل ہو جائے گی۔یعنی امام مالکؒ کے نزدیک اس کا اِقطاع جائز ہے. جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایسی زمین کے مالک معلوم ہوں تو آباد کرنے سے کوئی اس کا مالک نہیں بن سکتا اور اگر ایسی زمین کے اصل مالک معلوم نہ ہو تو آباد کرنے سے ملکیت حاصل ہو جاتی ہے۔[38]

۲ اِقطاع عامرہ:

اِقطاع عامر سے مراد آباد جاگیریں یا زمینیں ہیں۔اس کی بھی دو قسمیں ہیں:[39]

ا ایک یہ کہ اس کا مالک معلوم ہو۔اس میں سلطان یا حاکم وقت کو تصرف کا حق نہیں، ہاں اگر دارالاسلام میں ہو تو خواہ مسلم کی ملک ہو یا ذمی کی، بیت المال کے حقوق حاصل کر سکتا ہے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے باہر دار الحرب میں ہو تو بشرط فتح جاگیر دے سکتا ہے۔اس کی دلیل میں درج ذیل دو احادیث مبارکہ ہیں:

''حضرت تمیم داریؓ نے رسول اکرم ﷺ سے فتح سے پہلے یہ درخواست کی کہ شام کے چشمے مجھے عنایت فرما دیجیے' تو آپ ﷺ نے اُسے دیدیے۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ نے ایک جاگیر رومی سلطنت میں مانگی۔ آپؐ کو تعجب ہوا۔ صحابہ کرامؓ سے فرمایا سنتے ہو کیا کہتا ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا یہ علاقہ ضرور آپؐ کے لئے فتح ہوں گے۔ آپؐ نے تحریری اجازت نامہ دے دیا۔[40]

3. عامر یعنی آباد زمینوں کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کے مالک مخصوص اور متعین نہ ہو۔ اس کی آگے تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ شہر فتح کرنے کے بعد اس کو امام یا حاکمِ وقت بیت المال کے لئے منتخب کرے۔ اس قسم کے عامر زمینا آباد زمین مین سے جاگیر دینا جائز نہیں کیونکہ انتخاب کی وجہ سے یہ بیت المال سے متعلق اور عام مسلمانوں کی ملکیت بن گئیں اور دائمی اوقاف کے حکم میں آگئی جس کی آمدنی مستحقین وقت میں صَرف ہونی ضروری ہے۔[41]

دوسری صورت یہ ہے کہ عامر زمین خراجی ہو۔ اس میں سے بھی جاگیر تملیک دینا جائز نہیں۔[42]

تیسری صورت کہ اس کے مالک مر گئے ہوں نہ کوئی ذوی الفروض میں سے وارث موجود ہو نہ عصبات میں سے۔ اس کو بیت المال میں داخل کر کے عام مسلمانوں کی میراث کر دینا چاہیے اور آمدنی کو ان کی مصالح میں صَرف کرنا چاہیے۔[43]

۳۔ اِقطاع معاون: اس سے مراد زمین کے وہ ٹکڑے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے دھاتیں، جواہر اور دوسری قسم کی اشیاء پیدا کی ہیں۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں: ا ظاہری معاون ۲ باطنی معاون[44]

ا۔ ظاہری معاون: ظاہری معاون وہ معاون ہیں جن تک رسائی معمولی عمل سے ہو جاتی ہے یا وہ چیزیں ظاہر اور کھلی ہوئی ہوتی ہیں۔ جیسے سرمہ، نمک، پٹرول، گندھک، تارکول وغیرہ۔ ان کا حکم پانی کی مثل ہے جو کسی کو بطور جاگیر نہیں دیا جا سکتا۔ اس سے سب آدمی برابر فائدہ اُٹھائیں گے۔ اس کی دلیل میں حضرت ثابت بن سعید کی حدیث ہے۔ حضرت ثابت بن سعیدؓ نے اپنے دادا کی روایت بیان کی ہے کہ :

"ابیض بن جمال نے مآرب کے نمک کو آپ ﷺ سے مانگا۔ آپؐ نے اسے دے دیا۔ اقرع بن حابس تمیمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس نمک کو جاہلیت میں دیکھا ہے کہ وہاں اور کچھ نہیں ہے لوگ آتے ہیں اور پانی کی طرح لے کر جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ابیض سے واپس کرنے کو فرمایا۔ ابیض نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی میں اس شرط پر

واپس کروں گا کہ اسے میری طرف سے صدقہ فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ تمہاری طرف سے صدقہ ہے اور ماء عدّ[3] کی طرح ہر شخص کے لئے عام ہے"[45]

۲۔ باطنی معاون:

باطنی معاون سے مراد وہ کانیں ہیں جن کی اشیاء پوشیدہ ہوں اور ان سے مال نکالنے میں محنت ومشقت کے ساتھ اس پر مصارف بھی آتے ہوں۔ جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا اور پیتل کی کانیں وغیرہ۔ احناف حنابلہ اور شافعہ کے نزدیک ایسے معاون کا اِقطاع جائز ہے۔[46]

2. اِقطاع استغلال:

اِقطاع استغلال سے مراد وہ جاگیر ہے جس میں زمین کے پیداوار اور منافع سے نفع حاصل کرنے کا حق دیا گیا ہو۔ یعنی اقطاع استغلال زمین کی پیداوار کا اِقطاع ہے۔[47]

اقطاع استغلال کی دو قسمیں ہیں:

۱عُشر ۲خراج[48]

۱عشر: عشر کے لغوی معنی دسواں ہیں[49] اور اصطلاحِ شرح میں عشر اُس خاص دسویں حصہ کا نام ہے جو زمین کی پیداوار سے مستحقین کے لئے نکالی جائے۔[50] اراضیات عشر سے مراد وہ اراضی ہوتی ہے کہ جہاں کے لوگ خود بخود مسلمان ہو جائے تو مسلمان ہونے کی وجہ سے اُن کی زمینیں عشری زمین قرار دے دی جائیں گی اور ان زمینوں کی ملکیت وتصرّف ان ہی لوگوں کے پاس ہو۔[51] عشر میں سے وظائف مقرر کرنا جائز نہیں کیونکہ عشر زکوۃ ہی ہے اور اس کے مستحقین بھی خاص لوگ ہوتے ہیں۔[52]

۲خراج:

خراج کے لغوی معنی زمین سے نکلنے والی شے ہے[53] اور اصطلاحِ شرح میں زمین کے اس محصول وٹیکس کو کہتے ہیں جو اسلامی حکومت کا خلیفہ یا حکمران وصول کرتا تھا۔[54] اراضیات خراجی سے مراد وہ زمین

---

(3) ماءعدّ: امام ماوردیؒ نے امام ابو عبیدؒ کے حوالے سے "ماءعدّ" کے متعلق بیان کیا ہے لکھتے ہیں "امام ابو عبیدہ کا قول ہے کہ "ماءعدّ" سے مراد وہ پانی ہے جس میں انقطاع نہ ہو جیسے چشمے، کنویں۔ مزید امام ماوردی لکھتے ہیں کہ دوسرا قول یہ ہے کہ "ماءعدّ" سے مراد وہ پانی ہے جو معدّ ومجتمع ہو۔ بہر حال اس قسم کی چیزوں کو جاگیر میں دینا درست نہیں کیونکہ اس میں سب لوگوں کے مساوی حقوق ہیں۔ (الماوردی، احکام السلطانیہ، مکتبۃ دار ابن قتیبۃ، الکویب ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۹ء، ص ۲۵۷۔)

ہوتی تھیں جس کے باشندے مسلمان نہیں ہوتے تھے اور اُس کو غالبۃً فتح کیا گیا ہو اور فتح کے بعد ان کی اراضی کو بجائے مجاہدین میں تقسیم کرنے کے ان کو ان کی پرانی حیثیت میں ان کے مالکوں کے پاس ہی رہنے دیا گیا ہو اور اس کے عوض اس پر رقم یا محصول مقرر کر دیا گیا ہو اسے خراج کہتے ہیں اور اسی وجہ سے ان ذمیوں کی زمینوں کو خراجی زمین کہا جاتا تھا[55]

خراج کے وظائف کا حکم وظیفہ خوار کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔اس کی تین حالتیں ہوسکتی ہیں:

پہلی حالت: وظیفہ خوار اہل صدقات میں سے ہو۔ اسے خراج دینا جائز نہیں کیونکہ خراج مال فے ہے جس کے اہلصدقات کے مستحق نہیں ہوتے جس طرح فوجی صدقے کے مستحق نہیں ہوتے۔امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خراج سے وظیفہ دینا جائز ہے کیونکہ وہ فے کو اہل صدقہ کے لئے جائز سمجھتے ہیں.

دوسری حالت: اگر وظیفہ خوار اہل صالح میں سے ہوں کہ جن کی تنخواہ نہیں ہوتی ان کے لئے بھی علی الاعلان وظیفہ مقرر کرنا جائز نہیں بطور انعام دینا جائز ہے۔

تیسری حالت: وہ تنخواہ دار ہو یعنی فوجی ہو۔ فوجیوں کو اِقطاع دینا خصوصیت سے جائز ہے۔ان کی معین تنخواہیں اس استحقاق پر دی جاتی ہیں کہ وہ قوم و مذہب کی حمایت کے لئے اپنی جانیں قربان کرتے ہیں لیکن اسکے دینے میں ایک شرط ہوتی ہے۔وہ یہ کہ وظیفہ دائمی اور برقرار نہیں ہوتا بلکہ اس کی مدت ایک سال کے لئے ہوتی ہے۔اسی وجہ سے اِقطاع خراج کو زیادہ تر اہل فوج ہی کے لئے موزوں سمجھا جاتا تھا اور اسی طرح یہی سے فوجی جاگیر داری کی ابتداء ہوئی، یہاں تک کہ جاگیر داروں کی ایک مستقل جماعت قائم ہوگئی۔اِقطاع خراج سے یا تو فوج کی تنخواہوں کا ایک حصہ ادا کرنا مقصود تھا یا اسے تنخواہوں کی ضمانت سمجھا جاتا تھا لیکن اگر محاصل کی وصولی میں بے قاعدگی ہوتی تو جاگیریں اہل فوج کو ہی دی جاتی تھیں۔[56]

3.اِقطاع ارفاق:

تیسری قسم اِقطاع کی اِقطاع ارفاق ہے۔ارفاق "ارفق" کا مصدر ہے۔ارفاق لغت میں دوسرے کو نفع دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[57] اِقطاع ارفاق دراصل وہ ہے جو آبادیوں کے درمیان شاہراہوں، راستوں راستوں، کشادہ مقامات اور بازار کی بھٹکوں یا بیٹھنے کی جگہوں کو نفع پہنچانے کے لئے امام کی طرف سے جاگیر کیا جائے لیکن جاگیر دار کو اس کا مالک نہ بنایا جائے اور وہ اس سے ایسے فائدہ اُٹھائے جس سے لوگوں پر تنگی نہ آئے اور نہ ہی انہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔[58]

امام نوویؒ ۶۷۶ھ م اِقطاع ارفاق کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"پرانے زمانے میں اسے اِقطاع شمار کیا جاتا تھا لیکن ہمارے زمانے میں اسے امام کیجانب سے دی جانے والی رخصت اور اجازت سمجھا جاتا ہے"[59]

خلاصہ بحث:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اقطاع کی مشروعیت احادیث مبارکہ اور آثار سے ثابت ہوتی ہے. اقطاع میں تملیک اور انتفاع دونوں شامل ہیں. اقطاع ارفاق کو باقاعدہ اقطاع شمار نہیں کیا جاتا بلکہ یہ خلیفہ کی طرف سے رخصت اور اجازت ہے. اقطاع تملیک میں تین اقسام کی اراضی شامل ہیں. موات، عامر، معادن

اقطاع استغلال یا اقطاع انتفاع کی دو اقسام ہیں. عشر، خراج. اِقطاع خراج کو زیادہ تر اہل فوج کے لئے موزوں سمجھا جانے کی وجہ سے آگے چل کر اس نے فوجی جاگیر داری کی شکل اختیار کی.

حوالہ جات

1 ابن منظور، لسان العرب، داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان، ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء جزء الحادی العشر/۱۱، ص ۲۲۴، مادہ قطع۔

2 جوھری، اسماعیل بن حماد، الصّحاح، دارالکتاب العربی بمصر ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۲ء، جزء الثالث، ص/۱۲۶۸، مادہ قطع۔

3 الفیّومی، احمد، بن محمد بن علی المقری، المصباح المنیر، المطبعۃ الأمیریۃ بالقاہرۃ ۱۹۲۸ء، جزء الثانی، ص۶۹۸۔

4 الطّریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، جزء رابع، ص ۳۸۱، مادہ قطع۔

5 ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز، ردّالمختار علی الدّرّالمختار، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸ء، جزء السادس، ص۴۶۶۔

6 الخرشی، أبی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن علی، شرح الخرشی علی مختصر خلیل، دار صادر بیروت لبنان، جزء السابع، ص۶۹۔

7 عاصمی، عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، حاشیہ الروض المربع شرح زاد المُستقنع، المطابع الأھلیۃ لِلَاوفست الریاض، ۱۴۰۳ھ، جزء خامس، ص۴۸۵۔

8 ابن قدامہ، ابی محمد عبد اللہ بن محمد بن احمد بن محمد، المغنی، ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع قاہرہ، ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۹ء، جزء الثامن، ص ۱۵۳۔

9 الشربینی، شمس الدین محمد بن احمد، مغنی المحتاج اِلی معرفۃ الفاظ المنہاج، داراحیاء التراث العربی بیروت، جزء الثانی، ص۳۶۷۔

10 ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری بشرح صحیح بخاری، دارالمعرفۃ بیروت، لبنان، جزء خامس، ص۴۷۔

11 ایضًا۔

12 الشوکانی، محمد بن علی، نیل الأوطار من اسرار منتقی الأخبار، دار ابن الجوزیہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ۱۴۲۷ھ، جزء حادی عشر، ص۵۵۔

13 الشوکانی، محمد بن علی، نیل الأوطار من اسرار منتقی الأخبار، دار ابن الجوزیہ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ۱۴۲۷ھ، جزء حادی عشر، ص۵۵۔

14 امام بخاری، ابی عبد اللہ بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، بیروت لبنان، ۱۴۲۲ھ، جزء الثالث، کتاب الشرب والمساقاۃ، باب القطائع، ص ۱۱۴، حدیث نمبر: ۲۳۷۶۔

15 ابی داؤد، سلمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی دائو د، دارالرسالۃ العالمیۃ دمشق سوریہ ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء جزء رابع، کتاب الخراج وفی الامارۃ، باب ماجاء فی إقطاع الارضین، ص ۶۶۳، حدیث نمبر: ۳۰۵۸

16 ایضاً، ص، ۶۶۴ حدیث نمبر: ۳۰۶۰۔

17 ایضاً، ص ۶۶۵، ۶۶۴، حدیث نمبر: ۳۰۶۱۔

18 ایضاً، ص ۶۷۴، ۶۷۵، حدیث نمبر: ۳۰۶۸۔

19 ابی عبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، دارالھدی النبوی، مصر ۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷ء، جزء اوّل، ص ۳۹۰۔

20 ایضاً۔

21 قرشی، یحیٰی بن آدم، کتاب الخراج، دارالشروق القاھرہ، ۱۹۸۷ء، ص ۱۱۱۔

22 ابوعبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، جز اوّل، ص ۳۹۴۔

23 ایضاً، ص ۳۹۵۔

24 ابی یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت، لبنان ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء، ص ۶۶۔

25 الکاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳ء، جزء الثامن، کتاب الاراضی، ص ۳۰۵۔

26 ابی داؤد، سلیمان بن لاشعث لاذدی السجستانی، دارالرسالۃ العالمیۃ ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء، جزء رابع، کتاب الخراج والفیٔ والإمارۃ، باب فی إقطاع الارضین، ص ۶۷۷، حدیث نمبر: ۳۰۷۰۔

27 الکاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود، البدائع الصنائع فی ترتیب الشرئع، جزء الثامن، کتاب الاراضی، ص ۳۰۵۔

28 ابوعبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، دارالھدیُ النبوی، مصر ۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷ء، جزء اوّل، ص ۳۹۲۔

29 الکاسانی، علاء الدین ابی بکر، البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، جزء الثامن، کتاب الاراضی، ص ۳۰۵۔

30 ایضاً / ابی یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، کتاب الموات، ص ۶۵۔

31 ابی یوسف، کتاب الخراج، کتاب القطائع، ص ۶۱۔

32 المرداوی، علاء الدی اَبی الحسن بن علی بن سلیمان، الانصاف فی معرفۃ الراجع من الخلاف، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸ء، جزء السادس، باب احیاء الموات، ص ۳۷۴۔

33 الدسوقی، محمد بن احمد بن عرفۃ، حاشیۃ الدسوقی، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء، جزء خامس، باب احیاء الموات۔

34 الماوردی، ابی الحسن علی بن محمد حبیب، احکام السطانیۃ، مکتبۃ دارابن قتیبۃ۔ الکویت ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۹ء، ص ۲۴۸ / الفراء ابی علی محمد بن حسین، احکام السلطانیہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰ء، ص ۲۲۸۔

35 ایضاً۔

36 ایضًا۔

37 الماوردی، احکام السطانیۃ، ص۲۴۸۔

38 ایضًا، ص۲۴۹۔

39 ایضًا، ص۲۵۰۔

40 ایضًا۔

41 ایضًا، ص۲۵۱۔

42 ایضًا، ص۲۵۲۔

43 ایضًا۔

44 ایضًا، ص۲۵۶۔

45 موسوعۃ فقھیہ ، وزارت اوقاف الاسلامی امور کویت ، اُردو ترجمہ اسلامک فقہ اکیڈیمی ، نئی دہلی انڈیا۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء، ج۶، ص۶۵، مقالہ اِقطاع۔

46 الماوردی، احکام السطانیہ، ص۲۵۷۔

47 رحمانی خالد یوسف، قاموس الفقہ، زمزم پبلشرز لاہور، جلد ۲، ص۱۹۸-۱۹۹۔

48 الماوردی، احکام السطانیہ، ص۲۵۳۔

49 ابن منظور، لسان العرب، دارالمعارف قاہر، ج۱۹۵۱، ۳۴، باب العین، مادہ عُشر۔

50 قادری، مصطفی مصباح، عشروخراج اور ہندوپاک کی اراضی کی شرعی حکم، مجلہ فقہ اسلام، مجاہد الاسلام قاسمی، اسلامک فقہ اکیڈیمی ،انڈیا۱۹۹۴ء، جلد اوّل، ص۷۴۔

51 نظام الدین، مفتی، عشروخراج کی حقیقت، مجلہ فقہ اسلامی، مجاہد الاسلام قاسمی، اسلامک اکیڈیمی انڈایا۱۹۹۴ء، جلد اوّل، ص۷۵۔

52 الماوردی، احکام السلطانیہ، ص۲۵۳۔

53 ابن منظور، لسان العرب، دارالمعارف، قاہرہ، جزء۱۴، باب الخا، ص۱۱۲۶، باب الخاء، مادہ خراج۔

54 قادری، مصطفٰی مصباح، اسلام کا نظام عشروخراج اور ہندوپاک کی اراضی کا شرعی حکم ، مجلہ فقہ اسلامیہ ، مجاہد الاسلام قاسمی، اسلامک فقہ اکیڈیمی انڈیا۱۹۹۴ء، جلد اوّل، ص۷۴-۴۸۔

55 نظام الدین ، مفتی ، عشروخراج کی حقیقت، مجلہ فقہ اسلامیہ مجاہد الاسلام قاسمی ، اسلامک فقہ اکیڈیمی انڈیا۱۹۹۴ء، جلد اوّل ،ص۷۵۔

56 الماوردی، احکام السلطانیہ، ص۲۵۳۔

57 ابن منظور، لسان العرب، جلد۱۹، ص۱۶۹۴، باب الراء، مادہ رفق۔

58 ابن قدامہ، ابی محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد، المغنی، ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع الاہرہ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۹ء، جزء الثامن، ص۱۶۲۔

59 النووی، محی الدین ابی زکریا یحییٰ بن شرف، المجبوع، دارالفکر، جزء خامس عشر، ص۲۳۳۔